

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤں"

مانا، کہ ہمیشہ نہیں، اچھا، کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو "قیامت کو ملیں گے"

کیا خوب! قیامت کا ہے، گویا، کوئی دن اور

ہاں، اے فلکِ پیر! جواں تھا ابھی عارف

کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چارِ دہم تھے، مرے گھر کے

پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا، کوئی دن اور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے

کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمہیں نفرت سہی، تیرے لڑائی

بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گندمی نہ بہر حال یہ مدت، خوش و ناخوش

کرنا تھا، جواں مرگ! گزارا کوئی دن اور

ناداں ہو جو کہتے ہو کہ "کیوں جیتے ہیں غالب!"

قسم... میں... نہ کرتا کہ...

متخلص بہ مسرور (ابن فیض اللہ

خاں) کے صاحبزادے تھے۔

۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ چونکہ

آبادی بیگم اور مسرور کے تعلقات

بگڑ گئے تھے، اس لیے بیگم اپنے

دونوں بیٹوں عارف اور حمید حسن

کو لے کر الگ ہو گئی۔ عارف

خوش ذوق شاعر تھے۔ مرزا غالب

نے انہیں بیٹا بنا لیا تھا۔ شروع

میں وہ شاہ نصیر سے اصلاح لیتے

تھے، پھر غالب کی شاگردی اختیار

کر لی۔ غالب نے فارسی میں غایت

کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

صباحِ چوں دلِ عارفِ منزہ

نیمشِ چوں دمِ غالبِ معبر

ایک مستقل قطعہ عارف کی مدح

میں لکھا ہے :

آلِ پسندیدہ خوئے عارفِ نام

کہ رخِ شمعِ دودمانِ مست

از نشاطِ نگارِ ششِ نامش

خامہ رقاصِ دربانِ مست

آنکہ در بزمِ قرب و خلوت انس